

تفسير احمد

سُورَةُ الْقَارِعَةِ

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «العاديات» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانى »

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة القارعه

جزء (30)

یہ سورت مکی ہے اس کی « ۱۱ » آیتیں ہیں

وجه تسمیہ:

اس سورت کا نام لفظ قارعه سے شروع ہونے کی وجہ سے جس کا معنی خوف و ہراس ہے "قارعه" رکھا گیا، سورت کے نام کا اس کے محور سے جس پر یہ سورت چل رہی ہے گہرا تعلق ہے، "قارعه" قیامت کے ناموں میں سے ایک ہے، جیسے "الحاقہ"، "الصّاخة"، "الغاشیة" وغیرہ، یہ سورہ بعد از سورہ قریش نازل ہوئی ہے۔

"قارعه" قَرَعٌ یا قَرَعٌ کے مادہ سے ہے، بمعنی کھٹکھٹانے کے ہے، "قارع" یعنی: ٹھوکنے والا، مِقْرَعٌ: یعنی: ہتھوڑا، یا ٹھوکنے کا آلہ سے لیا گیا ہے، اور یہاں "قارعه" سے مرا قیامت ہے، کیونکہ یہ موجودہ حالات کو اپنے آنے کی ساتھ کچل دے گی۔

سورة القارعه کا مرکزی نکتہ

اس مبارک سورہ کی بنیادی اور عمومی توجہ درحقیقت لوگوں کو اس ہولناک واقعے سے آگاہ کرنا ہے، اور انہیں بے حسی اور ذمہ داری کی کوتاہی سے نجات دلانا ہے، نیز قیامت کے مسئلے کے بارے میں ان کے نقطہ نظر کی اصلاح کرنا ہے، لوگوں کو ان کے عقیدے کے مطابق تقسیم کرنا قیامت اور قیامت کے واقعات میں سے ہے۔

سورة کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

"سورة القارعه" مکی ہے، اس میں ایک (1) رکوع، گیارہ (11) آیتیں، پینتیس (35) الفاظ، ایک سو ساٹھ (160) حروف اور اٹھاسی (88) نقطے ہیں۔

(قرآن کی سورتوں میں حروف کی تعداد میں علماء کی آراء مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کے لیے تفسیر احمد سورة الطور ملاحظہ کریں)

سورة القارعه اور سورة العاديات کا ربط و تعلق

سورة العاديات کے آخر میں قیامت کی تفصیل بیان کی گئی ہے، آیات "9 تا 11" لیکن سورة القارعه میں مجموعی طور پر قیامت کے دن اور اس کے کھڑکھڑانے کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

سورة القارعة کے مشتملات اور فضیلت

اس سورت کے موضوع، مشتملات اور ادبی اسلوب سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ایک ہے، اس سورت میں قیامت کے ابتدائی اور بعد کے مراحل کو مختصر مگر جامع الفاظ کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ تمام ہیبت ناک مناظر دیکھنے والوں کے سامنے مجسم طور پر ظاہر ہو جاتے ہیں، قیامت کے دن کا ذکر "القارعة" کے نام سے کیا ہے، جب تمام چیزوں کا ریزہ ریزہ ہو جانا اور ان کے درمیان ٹکراؤ ایک خوفناک آواز کی صورت میں ہوگا، جس دن موجودہ نظام درہم برہم ہو جائے گا، اجرام فلکی اپنے مدار سے نکل کر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے، پہاڑ چلنے لگیں گے، ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے، جیسا کہ خلا میں رنگین اون بکھری ہوئی ہے، خلا میں اور زمین پر موجود بڑے بڑے اجسام و اجرام کے ٹکرانے کی خوفناک آواز ہر طرف گونج رہی ہوگی، اس دن لوگ تتلیوں یا چھوٹی ٹڈیوں کی طرح خوف اور ڈر کے مارے ہر طرف بکھرائیں گے، پھر قیامت کے اگلے مرحلے کا نقشہ کھینچ کر بتایا گیا کہ اس میں ہر ایک کی تقدیر اس کے اعمال کے وزن کے مطابق طے ہوتی گی، اگر اس کا عمل با عزت ہوا، تو اس میں وزن ہوگا، اس میں معیار ہوا، قیمتی ہوا، تو وہ ایک مطمئن زندگی حاصل کرے گا، لیکن اگر اس کا عمل ہلکا، خالی، فضول بے مقصد ہوا تو جہنم کی تپتی ہوئی آگ اسے اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور اس کے عمل کا بدلہ جہنم کا دھکتا گڑھا ہوگا۔

سورہ مبارکہ قارعہ قیامت کے تصادم کی خصوصیت کو یاد دلاتے ہوئے اس اہم حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ قیامت کے وقوع پذیر ہونے کے ساتھ ہی دنیاوی نظاموں کے تمام روابط ٹوٹ کر اور جس طرح قدرت کا نظام ٹکرا جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اسی طرح انسانوں کا مربوط نظام بھی فنا ہو جائے گا۔

قیامت کے آنے پر دوسرا نظام قائم ہوگا، اس نئے نظام میں لوگوں کی قدر و منزلت کا تعین معاشرتی حیثیت اور معاشی دولت کی بنیاد پر نہیں کیا جائے گا، بلکہ لوگوں کو جانچنے کا واحد معیار ہر ایک کا پاکیزہ عمل اور صحیح عقیدہ ہوگا، اس دن جس کی نیکیاں اس کے اعمال نامے میں بھاری ہوں گی اس کا انجام بہتر ہوگا، اور جس کے اعمال نامے میں نیک عمل نہ ہوں تو دوزخ کے عذاب سے دچار ہونے کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں ہوگا۔

سورة القارعة کے پیغامات

- 1- قیامت ، متکبر اور متکبرانہ رویوں کو کچلنے والی ہے، "الْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ"۔
- 2- قیامت انسانی سوچ سے باہر ہے، نبی کو بھی وحی الہی کے بغیر اس کا علم نہیں " وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ"۔
- 3- قیامت انسان کے حیرت میں پڑنے اور بکھرنے کا دن ہے "كَالْفَرَّاشِ الْمُبْتُوثِ"۔
- 4- جنت عمل کے بدلے دی جائے گی نہ کہ خواہش اور آرزو پر "مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ، فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ"۔
- 5- مکمل خوش و خرم زندگی قیامت کے لیے خاص ہے، کیونکہ اس دنیا میں کامیابی کے ساتھ ساتھ بیماری، چوری، حسد، نقصان وغیرہ بھی ہوتے ہیں "عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ"۔
- 6- زندگی سے مطمئن ہونا جنتی معاشرے کی نشانیوں میں سے ہے "فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ"۔
- 7- سزا اور انجام کی بنیاد عمل ہے جسے انصاف کے ترازو میں تولا جائے گا، "ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ، خَفَّتْ مَوَازِينُهُ"۔

سورة قارعه کی آیات مبارکہ کی عمومی تقسیم

سورت کی پہلی تین آیات قیامت کے عظیم واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں، یعنی: وہی کھڑکھڑانے والی -

آیات "4 اور 5" میں حالات اور پہاڑوں کی صورتحال بتائی گئی ہے -

آیت "6" سے سورت کے آخر تک قیامت پر ایمان اور عدم ایمان کے مطابق لوگوں کی تقسیم بتائی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة القارعة

الْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝۴ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝۵ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝۶ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝۸ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَةٌ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱

سورت کا ترجمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
الْقَارِعَةُ ۝۱	کھڑکھڑانے والی
مَا الْقَارِعَةُ ۝۲	کیا ہے وہ کھٹکھٹانے والی؟ (بڑی آفت کیا اور کیسی ہے؟)
وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳	تم کیا جانو وہ بڑی آفت کیا ہے اور کیسی ہے
يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝۴	وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوجائیں گے
وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝۵	اور پہاڑ رنگ برنگے دھنکی ہوئی اون کی طرح ہوجائیں گے
فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝۶	تو لیکن وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے
فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷	تو وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا
وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝۸	اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے
فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝۹	اس کی جائے قرار گھری ہاویہ ہوگی
وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَةٌ ۝۱۰	اور تمہیں کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟
نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱	ایک بھڑکتی ہوئی آگ

سورت کی تفسیر

محترم قارئین:

اس سورت کی مبارک آیات میں: قیامت کا خوف، اور انسان کی نیکی اور بدی کا پیمانہ جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

الْقَارِعَةُ ۝۱	کھڑکھڑانے والی
-----------------	----------------

"قَارِعَةُ" کھڑکھڑانے والی، مشکل اور بڑی آفت کو کہتے ہیں (جس کا ذکر سورہ رعد آیت: "31" میں ہے) "الْقَارِعَةُ" قیامت کے ناموں میں سے ایک ہے۔ یعنی: دلوں کو ہلا دینے والی اپنے خوف و ہراس سے، یا اللہ کے دشمنوں کو کچلنے والے قیامت کے دن کے عذاب سے، دلوں کو دہلانے والی قیامت کو "الْقَارِعَةُ" کہا گیا ہے، کیونکہ یہ اپنی وحشت کی وجہ سے دلوں کو ہلا دے گی۔

"الْقَارِعَةُ" قرع کے مادہ سے ہے، اس کا لفظی ترجمہ: "ٹھوکنے والی" ہے، قرع کے معنی کسی چیز کو کسی چیز پر زور سے مارنے کے ہیں، جس سے سخت آواز نکلے، جس طرح کہ اس کی تعبیر سورہ رعد آیت "31" میں آئی ہے: "وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْبِعَادَ ۝۳۱" ترجمہ: اور کافروں پر ہمیشہ ان کے اعمال کے بدلے مصیبت آتی رہے گی۔ یا ان کے مکانات کے قریب نازل ہوتی رہے گی، یہاں تک کہ خدا کا وعدہ آپہنچے۔ بے شک خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی آفت نازل ہوتی رہتی ہے، یا ان کے گھر کے قریب کھیں نازل ہوتی ہے، یہ سلسلہ چلتا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ان پورا ہو، یقیناً اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اہل کفر اپنے کیے کی وجہ سے مسلسل ایک کر بناک آفت یا عذاب الہی سے دوچار رہیں گے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا: اس مبارک آیت میں "قارعه" سے مراد ایک بڑی آفت ہے جو انسانوں کی حالت کو بگاڑ دے گی، اور ان کے حالات کو اس طرح کچل دے گی کہ وہ دوبارہ وہ خود کو منظم نہیں کر سکیں گے۔

سورہ حاقہ میں یہ تعبیر اس طرح بیان کی گئی ہے: "الْحَاقَّةُ ۝۱ مَا الْحَاقَّةُ ۝۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝۳ كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ۝۴" (سورہ حاقہ: 1 تا 4) "(دن) واقع

ہونے والی (قیامت) وہ واقع ہونے والی کیا ہے؟ (قوم) ثمود اور (قوم) عاد نے اس کھڑکھڑانے والی (قیامت) کو جھٹلایا" یہاں قارعہ سے مراد وہی بڑی آفت ہے، ایک بڑی آفت جو ایسی صورت حال کی طرف لے جائے گی، جو انسانوں کے لیے سازگار نہیں ہوگی۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے: "القارعہ" قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے، قیامت کا آغاز جو دنیا کو ہلا دے، اور اس کی خوف اور وحشت کفار، منافقوں اور مشرکوں کے دلوں کو لرزادے، بلاشبہ اس قسم کا خوف و دہشت کافروں، منافقوں، مشرکوں اور بدکاروں کو گھیر لے گی، جبکہ اہل ایمان خوش و خرم اور مصائب و آلام سے دور رہیں گے (اس کی تفصیل سورۃ البقرہ: 262، سورہ مائدہ: 69، سورہ یونس: 62، سورہ زخرف: 68، سورہ احقاف: 13، ملاحظہ فرمائیں)۔

کیا ہے وہ کھٹکھٹانے والی؟ (بڑی آفت کیا اور کیسی ہے؟)	مَا الْقَارِعَةُ ۝۲
--	---------------------

"ما" کیا ہے؟ وہ کیسا ہے؟ یہ سوال اس کی عزت و تکریم کے لیے ہے، یعنی یہ سخت اور شدید ٹھونکنے والی کیا ہے؟

تم کیا جانو وہ بڑی آفت کیا ہے اور کیسی ہے	وَمَا آذْرُكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳
---	-----------------------------------

یہ تکرار خوف کی شدت اور قیامت کے دن دہشت کے بڑھنے پر بھی تاکید کرتی ہے، یعنی تم کیا جانو کہ وہ کھڑکھڑانے والی کتنی بڑی اور دہشت ناک ہے؟ یعنی وہ کھڑکھڑانے والی اس سے بڑی ہے کہ انسانی سمجھ اس تک پہنچ سکے اور اس کا ادراک کرے، اور اس کا تصور بھی کرے، اس کے بعد خود ہی اگلی آیات میں اس کی وضاحت کرتا ہے:

وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوجائیں گے	يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝۴
---	--

جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ادھر ادھر حیران و پریشان پھر رہے ہوں گے، "الْمَبْثُوثِ" بکھرے ہوئے، "یوم" قیامت، یہ وہ دور ہوگا جو پہلی صور پھونکنے سے شروع ہوگا، اور لوگوں کے درمیان فیصلے پر ختم ہوجائے گا، "الْفَرَاشِ" پروانے، اسم جنس ہے، ایسے پروانے مراد ہیں جو آگ کی روشنی کے گرد پریشان گھومتے ہیں، جلتے ہیں اور گرتے ہیں، عرب کے لوگ، نادانی، الجھن اور کام کے انجام سے بے خبری پر تتلی یا پروانے کی مثال دیتے ہیں۔

"الْمَبْتُوثُ" پھیلے ہوئے -

اور پہاڑ رنگ برنگے دُھنکی ہوئی اُون کی طرح ہوجائیں گے	وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝
--	---

"كَالْعِهْنِ" اُون، دُھنی ہوئی اُون، "الْمَنْفُوشِ" دھنی ہوئی، یا دھنکی ہوئی اور گرد و غبار کی طرح ہوامیں بکھرے ہوئے ہوں گے، کیونکہ وہ زور سے ہلے گے اور اُکھڑ جائیں گے، اور اپنی جگہ سے دور جا گریں گے، یہاں تک قارعہ یعنی قیامت کے پہلے مرحلے کا ذکر ہے، یعنی جب وہ عظیم اور کربناک واقعہ پیش آئے گا جس کے نتیجے میں پورا نظام عالم درہم برہم ہوجائے گا تو لوگ اس طرح بھاگ کر منتشر ہوجائیں گے جیسے کہ کیڑے مکوڑے اور پتنگے جو روشنی کی طرف آتے ہیں اور ہر طرف بکھرے ہوتے ہیں، اور پہاڑ دُھنی ہوئی اُون کی طرح ہوا میں اڑ جائیں گے، پہاڑوں کو رنگین اُون سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے، کیونکہ ان کے مختلف رنگ ہوتے ہیں، یہ اس خوفناک دن یعنی: قیامت کے دن کی خصوصیات کی دوسری تفصیل ہے۔

مفسر صاوی نے کہا ہے کہ: انسان کی حالت کو پہاڑوں کے ساتھ اس لیے ذکر کیا تاکہ یہ بتائے کہ قارعہ مضبوط بڑے اور سخت پہاڑوں کو اس طرح متاثر کرے گا اگر چہ وہ پہاڑ مکلف بھی نہیں ہیں، لیکن وہ بکھر کر دُھنی ہوئی اُون کی طرح ہوں گے، تو پھر ایک کمزور انسان کی کیا حالت ہوگی؟ (صاوی: 374/4)۔

پھر اس دن انسانوں کی حالت کا ذکر کیا جو دو قسموں میں تقسیم ہوں گے، ایک گروہ خوش نصیب، دوسرا گروہ بدبخت، بدنصیب۔

تو لیکن وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے	فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝
---	---------------------------------------

"ثَقُلَتْ" بھاری ہوئے، "مَوَازِينُهُ" جمع میزان، ترازو، اس کو جمع کی صورت میں ذکر کرنا اس کی تعظیم کے لیے ہے، یا جمع موزون، یعنی: انسانی اعمال کی وجہ سے، (ملاحظہ فرمائیں: سورہ اعراف: 8)۔
تو جس شخص کی نیکیوں کے اعمال نامے اور ترازو بھاری ہو گئے، یعنی اس کی نیکیاں زیادہ ہوئیں تو اس کے اچھے اور نیک کاموں کو ترجیح دی جائے گے، کیونکہ وہ پاکیزہ اور خوشی کا باعث ہیں، میزان یا ترازو کے بارے میں علماء کی تین آراء ہیں، اور تینوں نظریات درست اور تائید شدہ ہیں:

1- قیامت کے دن انسانوں کے اعمال کے صحیفے تولے جائیں گے۔

2- انسان خود ہی ترازو میں تولے جائیں گے۔
 3- قیامت کے دن انسان کے اعمال مجسم بنا کر تولے جائیں گے۔
 یاد رہے کہ: جزاء و سزا کی بنیاد انسانوں کا عمل ہے، جس کو انصاف کے ترازو میں تولا جائے گا، "ثَقُلْتُ مَوَازِينَهُ" خَفَّتْ مَوَازِينُهُ"۔

یہ آیت اور دیگر آیات قیامت کے پیمانے کے بارے میں بتاتی ہیں کہ وہ میزان اور پیمانہ حق ہے، اہل السنہ والجماعت کے صحیح عقیدے کے مطابق انسانی اعمال کو تولاجائے گا۔

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ، ○	تو وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا
----------------------------------	------------------------------

"عِيشَةٍ" زندگی، "رَّاضِيَةٍ" راضی کرنے والی، یعنی: ایسی زندگی جس سے وہ راضی اور خوش ہو، (ملاحظہ ہو: سورہ حاقہ 21) تو وہ اچھی زندگی میں ہوگا، یعنی: وہ پاکیزہ اور باوقار زندگی میں، نعمتوں سے بھری جنت میں، صحیح جگہ اور محفوظ مقام پر، صحت اور انسانیت کے مقام پر ہوگا، خوشی و سکون اور مسرت والی زندگی بسر کرے گا۔

"عِيشَةٍ" ایک ایسا لفظ ہے جس میں جنت کی تمام نعمتیں شامل ہیں، "راضی" رَضِيَ کے مادہ سے ہے، اطمینان قلب کے بعد کی حالت کو رضایت کہتے ہیں، اور ایسے شخص کو راضی کہا جاتا ہے، قیامت کے دن ہر کوئی اپنے حقوق پر مطمئن ہوگا، اور ہر کسی کو اپنے اعمال کے نتائج پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا، اہل جنت جسم، روح اور دل کے لحاظ سے خوشی، سکون اور اطمینان میں ہونگے، کوئی غم، غصہ اور ناراضگی ان کو نہیں ہوگی، بہت سے مفسرین نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی سے راضی ہوں گے۔

وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ○	اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے
--------------------------------------	--

"خَفَّتْ" ہلکے ہوئے، اس سے مراد نیکیوں کا ہلکا ہونا ہے، یا نیکیوں کا برائیوں کے مقابلے میں کم ہونا، یعنی: اس کے نیکیوں کا پلڑا نیکیوں کی کمی کی وجہ سے وزن نہ رکھتا ہو، اور اس کے گناہوں کا بوجھ زیادہ ہو تو وہ رحمت سے دور ہوگا، اور تباہی اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔

"خَفَّتْ" ثَقُلْتُ کے مقابلے میں ہے، خَفَّتْ: یعنی: ہلکا ہونا، خفیف: ہلکا، اس مبارک آیت کا یہی موضوع قرآن عظیم کی متعدد آیات میں مذکور ہے، اگر

ہم آیات مبارکہ کے مفہوم پر غور کریں تو اس آیت کا مفہوم ہمارے لیے بالکل واضح ہو جائے گا۔

سورہ اعراف میں فرمایا گیا ہے کہ: "اس دن حق کا وزن ہوگا، پس جس کا پیمانہ وزنی ہوگا وہی نجات پانے والا ہے، اور جس کا پیمانہ ہلکا ہوگا، پس وہی ہیں جو خود کو نقصان میں ڈالتے ہیں" (اعراف: 98) اور سورہ کہف میں ہے: "کہہ دے کیا ہم تمہیں سب سے زیادہ خسارے والے لوگوں کے بارے میں بتائیں؟ وہ لوگ جن کی کوششیں دنیا کی زندگی میں ضائع ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، تو ان کے اعمال ضائع ہو گئے، سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے" (کہف: 1-3-105)

اور سورہ انبیاء میں فرماتا ہے: "اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف کے ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانے کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں (انبیاء: 47)۔"

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ کفر اور انکار حق اتنی بڑی بُرائی ہے کہ یہ لازماً بدی کے پلڑے کو جھکادے گی، اور کافر کے کسی نیکی میں اتنا وزن نہیں ہوگا کہ اس کی نیکیوں کے پلڑے کو وزنی کر کے جھکادے، البتہ مؤمن کے پلڑے میں اس کے ایمان کا وزن بھی ہوگا، پھر اس کے پاس موجود ہر برائی کو برے اعمال کے پلڑے میں ڈال دیا جائے گا، اور اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اس کے نیکیوں کا پلڑا بھاری ہے یا اس کی برائیوں کا۔

فَأُمَّهَآوِيَّةٌۙ	اس کی جائے قرار گھری ہاویہ ہوگی
--------------------	---------------------------------

"اُمُّہ" اس کی ماں، یہاں مراد ہے: اس کا ٹھکانہ۔

اس لیے اس کا ٹھکانہ اور انجام جہنم کی آگ ہے، اور وہ اس کی تہہ میں گرے گا، اسے ماں "ام" کہا گیا ہے، کیونکہ ماں اپنے پریشان بچے کو پناہ دیتی ہے، جہنم کی آگ بھی ان مجرموں کو جگہ دے گی، جیسے بچے اپنے ماؤں کی طرف پلٹتے ہیں، وہ بھی جہنم کی طرف جائیں گے، اور یہ ان کو ماں کی طرح گود لے لیگی، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ: ماں تمام بچوں کے لیے پناہ گاہ ہے، لیکن وہاں پر ماں جہنم ہے جو کہ جہنمی لوگوں کے ایک گروہ کی پناہ گاہ ہوگی، "ہَاوِيَّةٌ" (ہوی) سے بمعنی گرنے کے ہے، اور دوزخ لوگوں کے گروہوں کی صورت میں گرنے

کی جگہ ہے ۔

مفسر ابوسعود فرماتے ہیں: "هَآوِيَةٌ" جہنم کی آگ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، چونکہ یہ بہت گہری ہے، اسی لیے اسے "هَآوِيَةٌ" کہا گیا ہے: جہنمیوں کے اس میں گرنے کا دورانیہ ستر (70) سال طویل ہوگا (ابوسعود: 282/5)۔

قتادہ نے کہا ہے "أُمَّهَآوِيَةٌ" یعنی: اس کا سر جہنم کے پاتال میں الٹا ہوگا، لیکن پہلا قول واضح ہے، "فَأُمَّه" (أم) بمعنی ماں یا مرجع ہے، اس لیے "أم" کو ماں کہا جاتا ہے کہ بچے مختلف اوقات میں اس کی طرف پلٹتے ہیں، وہ ان کے لیے پناہ گاہ ہے، لیکن یہ "ام" کے لیے زیادہ معنی رکھتا ہے جب وہ باپ کے ساتھ ہوتا ہے، جب تک لڑکی کی شادی نہ ہو جائے وہ أم نہیں بن سکتی؛ لہذا بیٹی کا ماں بننا ایک ایسی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتا ہے، جب وہ بیٹی ہوتی ہے تو اسے صرف بیٹی ہونے کا مقام حاصل ہوتا ہے، جب اس کی شادی ہوتی ہے تو وہ بیٹی ہونے کے ساتھ ساتھ بیوی بھی ہے، اور اس کے علاوہ ماں دادی نانی بھی بنتی ہے، یعنی اسے مختلف عہدے ملتے جاتے، اور ہر عہدے پر اس کا استحقاق ہوتا ہے، اس استحقاق کے مطابق اس کی عزت اور بڑھ جاتی ہے، ماں کا مقام معین ہے "أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ" (بخاری: 5971 اور مسلم : 2548) "مخلوقات میں سے سب سے زیادہ حقدار اچھے سلوک کی باپ سے بھی زیادہ" بہ ہر حال "ام" یہاں بمعنی مرجع، پناہ گاہ اور سہارا کے ہے ۔

اس آیت کی تفسیر میں علماء کی دورائے ہیں:

- 1- جہنم کی آگ سے ماں کی طرح گلے لگائے گی، گویا آگ اس کی ماں ہے، اور وہ ہمیشہ آگ میں رہے گا (أمہ یعنی اس کی ماں) ۔
- 2- اس کے گناہوں کی وجہ سے اسے سر کے بل آگ میں پھینک دیا جائے گا (أمہ یعنی: سر کے اوپر کا حصہ)۔

ایسے لوگوں کا ٹھکانہ اور پناہ گاہ "هَآوِيَةٌ" ہے، جس کا مطلب ہے گہری کھائی، اور وہ جگہ جہاں گرے ہوئے لوگ رہیں گے، وہ لوگ جو ذاتی کردار اور مادی اور روحانی لحاظ سے گرے ہوئے ہیں، وہ لازمی ہاویہ میں ہوں گے، دنیا میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ "هَآوِيَةٌ" دنیا میں کمزور صورت میں موجود ہے، وہ لوگ جو ایمان اور اخلاق کے لحاظ سے پیچھے ہیں،

اور اپنے پیچھے رہنے پر فخر کرتے ہیں، یہ لوگ "ہاویہ" میں ہیں، اور اسی میں گر گئے ہیں۔

اور تمہیں کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟	وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَ ۝۱۰
-------------------------------------	------------------------------

"مَا هِيَ" (ما) استفہامیہ اور (ہی) ضمیر اور (ہ) سکتہ سے مرکب ہے (ملاحظہ ہو: سورہ حاقہ آیات: 19، 20، 25، 26، اور 29) استفہام خوفناک اور مشکل صورتحال کی وجہ سے ہے، یعنی خوف اور ردہشت کو بھڑکا کر یہ تاثر پیدا کرنا کہ جہنم حد ادراک اور متعارف سے باہر ہے اس طرح کہ انسان اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا۔

"مَا هِيَ" اگر چہ یہاں جہنم یا پاتال کو بیان کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے، لیکن جو لوگ نیکی اور اعمال صالحہ کے لحاظ سے پسماندہ ہیں اور ان کے اعمال ناموں میں نیک اعمال درج نہیں ہیں، تو وہ دونوں معنی کے اعتبار سے گرے ہوئے ہیں، دنیا میں روحانی زوال اور آخرت میں مادی زوال، اس لیے دونوں زوالوں کو "ہاویہ" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

ایک بھڑکتی ہوئی آگ	نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱
--------------------	---------------------

"حَامِيَةٌ" بہت زیادہ گرم اور جلانے والی (ملاحظہ ہو: سورہ غاشیہ: 4) یہ بہت گرم، ہر طرف پھیلی ہوئی اور سخت بھڑکتی آگ ہے، جس کا درجہ حرارت معمول کی حد سے بڑھ چکا ہے، (شدیدالحرارة) یہ ایسی دہکتی اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے، جس میں ذرا سا بھی رحم اور ہمدردی نہیں ہے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہو جائے تو اس سے بچ کر نکل جاسکے، جس کی گرمی دنیا کی آگ سے "70" گنا زیادہ ہے، انسان کا جسم اس آگ کو برداشت کرنے کے لیے بدل جائے گا، اور ہر بار جلنے کے بعد، اس کی جگہ دوسری کھال چڑھادی جائے گی تاکہ اسے دوبارہ عذاب دیا جائے۔

"حَامِيَةٌ" گرم، حم کے اصل سے ہے، یحم، حمًا وحمامًا بمعنی بہت زیادہ گرم اور شدید حرارت کے ہے، "ماء حمیم" کھولتا ہوا پانی، "نار حمیم" بھڑکتی ہوئی، بے انتہا گرم آگ، حدیث شریف میں ہے کہ: "نار بنی آدم التی توقدون جزء من سبعین جزءا من نار جہنم...:" (بنی آدم کی آگ جو تم جلاتے ہو جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے...)

اسی طرح حدیث مبارکہ میں ہے کہ: "إن أهون أهل النار عذاباً: من له نعلان، يغلى منها دماغه" (دوزخیوں میں سے سب سے ہلکا عذاب والا شخص وہ ہوگا جس کے دونوں جوتے آگ کے ہوں گے، ان سے اس کا دماغ کھولے گا)۔
(رب کریم ہمیں اپنے فضل و کرم سے اس سے محفوظ فرما)
قیامت اور اس کی نشانیاں:

قرآن کریم نے: "1500" پندرہ سو سے زیادہ آیتوں میں قیامت اور اس کی نشانیاں کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے، اگر قیامت کے بارے میں مذکورہ آیات کے مجموعے کی تشریح اور تجزیہ کیا جائے تو ان آیات کو کئی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

پہلی قسم: ان لوگوں کے جواب سے متعلق ہے جو مجموعی طور پر قیامت کا انکار کرتے ہیں، ان آیات کی دوسری قسم ان لوگوں کا جواب ہے جو قیامت واقع ہونے کے بارے میں شک و شبہ رکھتے ہیں، اور حیرت سے پوچھتے ہیں: کہ انسان جب مرجاتا ہے اور اس کا جسم مٹی ہو جاتا ہے، تو وہ کیسے زندہ ہوگا؟ اور اس کا گوشت، چمڑا، آنکھ اور بھوپیں وغیرہ دوبارہ پہلی حالت میں کیسے آئیں گے، چنانچہ رب ان کے جواب میں فرماتا ہے: "قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ" (سورہ یاسین 79) (کھدو کہ، انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ انہیں پیدا کیا تھا) ان آیات کی تیسری قسم اہل جنت کو عطا کردہ نعمتوں جیسے موضوعات سے متعلق بحث کرتی ہے، جن میں جنت کی زندگی، حور و غلمان اور شہد کی نہریں ہیں، اور اس دنیا کی تمام نعمتوں کے بارے میں بھی بحث کی گئی ہے۔ ان آیات کی چوتھی قسم میں خدا کے غضب اور جہنم کی آگ اور طوق، جہنمی لوگوں کی خوراک اور راستہ، ترازو اور عالم برزخ کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

اسی طرح بعض آیات ایسی بھی ہیں جو بالواسطہ طور پر قیامت کے بارے میں تو بحث کرتی ہیں لیکن قبر، عذاب، جنت اور جہنم کا براہ راست ذکر نہیں کرتیں، جیسے: "فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ" (سورہ ابراہیم 7) "وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۖ" (سورہ ابراہیم 7) "ترجمہ: "تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔"

محترم قارئین:

قیامت کے دن اور اس کی نشانیاں اور علامات کے بارے میں بہت سی احادیث و روایات موجود ہیں اور ہمارے رب نے اپنے نبی کے ذریعہ ہم انسانوں کو قیامت کے دن کی علامات اور واقع ہونے کے بارے میں آگاہ

کیا ہے، کہ جنہیں چھوٹی اور بڑی نشانیاں کہا جاتا ہے: ان میں سے چند احادیث کا زیل میں تذکرہ کیا جا رہا ہے: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث ہے کہ: "بَيْتًا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لَا يَرَى عَلَيْهِ أَثَرَ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخْذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتُحِجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا). قَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجَبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيَصَدِّقُهُ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، قَالَ: (أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ). قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ. قَالَ: (أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ). قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ. قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ). قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ أَمَارَاتِهَا، قَالَ: (أَنْ تَلِدَ الْأُمَّةَ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحَفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّيْءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ). ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ: (يَا عَمْرُؤُ اتَدْرِي مِنَ السَّائِلِ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: (فَإِنَّهُ جَبْرِيْلُ أَتَاكُمْ يَعْلِبُكُمْ دِينَكُمْ). رَوَاهُ مُسْلِمٌ). "

ترجمہ: ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا، اس کے کپڑے بہت سفید اور بال بہت کالے تھے، اس پر سفر کے آثار بھی نہیں دکھائی دے رہے تھے، اور ہم میں سے کوئی اسے جانتا بھی نہیں تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بیٹھا، اپنے گھٹنے کو آپ کے گھٹنے سے لگالیا اور اپنی ہتھیلیاں آپ کے رانوں پر رکھیں، پھر کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر اللہ کے گھر تک جانے کی استطاعت ہو، تو اس کا حج کرو، وہ بولا: آپ نے سچ فرمایا، ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ آپ سے سوال کرتا ہے اور پھر خود ہی آپ کی تصدیق بھی کرتا ہے، پھر کہا: اے محمد مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے، آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں اس

کی کتب، اس کے رسولوں، آخرت کے دن پر اور ہر اچھی و بری تقدیر پر ایمان لاؤ، وہ بولا: آپ نے سچ فرمایا، پھر اس نے کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی عبادت اس طرح کرو، گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے، تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، وہ کہنے لگا: آپ مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے؟ آپ نے فرمایا: جس سے سوال کیا جا رہا ہے، وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، اس نے کہا: اچھا تو مجھے اس کی نشانیاں بتائیے؟ آپ نے فرمایا: (نشانیاں یہ ہیں کہ) لونڈی اپنے مالک کو جنے گی، تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن، مفلس اور بکریاں چرانے والے بڑے بڑے محل تعمیر کریں گے، اس کے بعد وہ چلا گیا، میں کچھ دیر تک ٹھہرا رہا، پھر آپ نے فرمایا: اے عمر! کیا تم جانتے ہو کہ پوچھنے والا کون تھا؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: وہ جبرئیل (علیہ السلام) تھے، وہ تمہیں تمہارے دین کے معاملات سکھانے آئے تھے۔"

محترم قارئین کرام: قیامت کا وقت یا قیامت کب شروع ہوگی؟ کے بارے میں شریعت اسلامیہ کا حکم ہے کہ قیامت کے وقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ" (سورہ زخرف: 58) یعنی: "اور قیامت کا علم اس کے پاس ہے۔"

البتہ قیامت کے قیام کی نشانیاں ہیں، ان علامات کے ظہور کی بنیاد پر یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ قیامت کا وقت قریب ہے، ان نشانیوں کو شرع کی اصطلاح میں "اِشْرَاطُ السَّاعَةِ" کا نام دیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے قیامت کی علامات اور نشانیاں جو اس کے قیام سے پہلے ظاہر ہوں گی۔

علامات قیامت:

علماء کرام نے علامات قیامت تین حصوں میں تقسیم کی ہیں، پہلا حصہ: پہلے حصے میں وہ نشانیاں اور علامات شامل ہیں جو اپنے اپنے دور کی نشانی اور علامات سے متعلق ہیں کہ آئی اور ختم ہوگئی ان میں سے۔

1 - ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔

صحیحین میں ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: "بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ. وَضَمَّ السَّبَابَةَ وَالْوَسْطَىٰ" (بخاری (6504)، وصحیح مسلم (2951))۔

2- چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کی خبر دی ہے، فرمایا ہے: " **اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالشَّقَّ الْقَمَرُ** " (سورہ قمر: 1) ترجمہ: "قیامت قریب آپہنچی اور چاند شق ہو گیا۔"

3- مملکت حجاز میں آگ کا ظاہر ہونا، جس کی روشنی میں بصری میں اونٹوں کی گردنیں نظر آئیں گے: شیخین ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " **لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيءُ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرَى** " (بخاری (7118)، وصحیح مسلم (2902). ترجمہ: "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ ارض حجاز سے ایک آگ نکلے گی جو (شام کے شہر) بصری میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کر دے گی"

"بصری" ایک مشہور شہر جو کہ موجودہ سوریہ میں واقع ہے، جسے حوران کہا جاتا ہے، دمشق کے قریب ہے، (معجم البلدان : 441/1) اور (شرح نووی برصحیح مسلم : 30/18) اور (فتح الباری: 80/13)۔

یہ آگ اسی طرح ظاہر ہوئی جس طرح اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ 654 عیسوی کے دوسرے جمعۃ المبارک میں دی تھی، جو کہ مدینہ کے شرقی حصہ میں ظاہر ہو گئی، اور اس کی وجہ سے آگ کی وادی بہہ نکلی، وہاں کے لوگوں اور شام کے لوگوں نے اس کی روشنی کو دیکھا اور بصری کے لوگوں نے اس کی روشنی میں اونٹ کی گردنیں دیکھیں، جس طرح بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔

دوسرا حصہ:

دوسری قسم درمیانی علامات کی ہے، اور اس میں وہ نشانیاں شامل ہیں جو ظاہر ہوئیں مگر ختم نہیں ہوئیں، بلکہ زیادہ ہوئیں، اور بہت زیادہ پھیل گئی ہیں، کہ ان میں سے ایک یہ کہ لونڈی نے اپنے آقا کو جنم دیا، اور آپ دیکھتے ہیں کہ ضرورت مند، ننگے پاؤں لوگ اور چرواہے کثیر المنزلہ اور اونچی عمارتیں بنا رہے ہیں، جیسا کہ حدیث جبریل میں ہے کہ: انہوں نے کہا: مجھے قیامت کے دن کے بارے میں خبر دیں، تو آپ نے فرمایا: "اس معاملے میں مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے" اس شخص نے کہا: پس مجھے قیامت کی نشانیوں سے آگاہ کر دیں، فرمایا: لونڈی اپنے آقا کو جنم دیگی، اور ننگے پاؤں اور برہنہ جسم والے مفلس، اور بھیڑ بکریاں چرانے والے چرواہوں کو دیکھو گے بڑی بڑی عمارتیں بنائیں گے۔

ان نشانیوں میں سے تیس (30) دجالوں کا ظاہر ہونا ہے ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں حضرت ابوہریرہ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَبْعَثَ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلَّهُمْ يُرْعَمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ" بخاری (3609)۔

ترجمہ: "تیس کے قریب کذاب جھوٹے دجال، مکار و دغا باز بھیجے جائیں گے، ان میں سے ہر شخص دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔" سنن ابی داود اور ترمذی میں حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلَّهُمْ يُرْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي" سنن ابی داود (4252)۔ ترجمہ: "میری امت میں بہت بڑے جھوٹ بولنے والے تیس ہوں گے، سب کے سب دعویٰ کرینگے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

ان نشانیوں میں سے ایک دریائے فرات میں سونے کے پہاڑ کا ظاہر ہونا جس کے لیے لوگ آپس میں لڑیں گے، ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيَقْتُلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةً وَتِسْعُونَ وَيَقُولُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ لَعَلِّي أَكُونُ أَنَا الَّذِي أَنْجُو" مسلم (2894)، بخاری (7119) "ترجمہ: "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دریائے فرات میں سونے کا پہاڑ نہ ظاہر ہو جائے، اور لوگ اس پر باہم جنگ کرنے لگیں، حتیٰ کہ ہر سو میں سے ننانوے قتل ہو جائیں گے، ان میں سے ہر بندہ کہے گا شاید میں زندہ بچوں گا،" یہ وہ علامات ہیں جن کے ظاہر ہونے کی مدت زیادہ دور نہیں۔

قیامت کی بڑی نشانیاں جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوئیں
قیامت کی وہ عظیم نشانیاں جو ابھی تک نہیں آئی ہیں:

پہلی علامت: مہدی کا ظہور: مفسرین لکھتے ہیں کہ مہدی اہل بیت میں سے ایک آدمی ہوگا اور جب زمین ظلم و جبر سے بھری ہوئی ہوگی تو وہ آکر اسے عدل و انصاف سے بھر دے گا، ان کا نام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے موافق، اور اس کے والد کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے نام کے موافق ہوگا (محمد بن عبد اللہ)۔

ابوداؤد اور ترمذی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمْلِكَ الْعَرَبُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَوَاطِي أَسْمُهُ أَسْمِي وَأَسْمُ أَبِيهِ أَسْمُ أَبِي يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مِلَّتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا" (سنن ابی داود 4 / 306 (4282) "ترجمہ: "دنیا اس وقت تک ختم نہیں

ہوگی جب تک کہ میرے خاندان میں سے ایک شخص جس کا نام میرے اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام کی طرح ہے، زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے جس طرح وہ ظلم سے بھری ہوئی تھی۔"

دوسری علامت: مسیح دجال کا ظہور:

مسیح دجال آدم کی اولاد میں سے ایک آدمی ہوگا جو کہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا، اس کی وجہ سے بہت سارے لوگ فتنے سے دوچار ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں بعض خارق العادہ اعمال ظاہر فرمائے گا، وہ خدائی دعویٰ کرے گا، جس کا مؤمن آدمی پر کوئی اثر نہیں ہوگا، مکہ اور مدینہ کے علاوہ تمام شہروں میں داخل ہوگا، آگ اور جنت اس کے ساتھ ساتھ ہوں گے، اس کی آگ جنت، اور جنت آگ ہوگی۔

صحیح احادیث سے اس کا خروج ثابت ہے: ان میں سے عبد اللہ بن عمر وبن عاص کی روایت ہے، جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے: "يُخْرَجُ الدَّجَالُ فِي أُمَّتِي فَيَبْكُكُمْ أَرْبَعِينَ لَأَ أُدْرِي

أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا فَيَبْعَثُ اللَّهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عَرُودٌ بَنُ مَسْعُودٍ فَيُطَلَّبُهُ فِيهِلِكُهُ مُسْلِمٌ (2940). " ترجمہ: " میری امت میں دجال نکل کر زمین پر چالیس تک رہے گا، مجھے نہیں معلوم کہ 40 دن یا 40 مہینے یا 40 سال، تو اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا جو عروہ ابن مسعود جیسا ہے، وہ دجال کو بلا کر ہلاک کریں گے۔"

صحیحین میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے بیچ میں کھڑے ہوئے اور خدا کی ایسی تعریف کی جس کا وہ حقدار ہے، پھر دجال کا ذکر کر کے فرمایا: "إِنِّي أَنْذِرُكُمْ وَأَمَّا مَنْ نَبِيٍّ إِلَّا

قَدْ أَنْذَرَكُمْ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَ نُوحٌ قَوْمَهُ وَلَكِنْ سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرٌ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ بَخَارِي" (3057)، و صحیح مسلم (169). ترجمہ: "میں تمہیں

اس سے ڈراتا ہوں، اور کوئی نبی ایسا نہیں آیا کہ اس نے اپنی قوم کو اس سے نہ ڈرایا ہو، ان میں سے نوح نے بھی اپنی قوم کو خبردار کیا، لیکن میں اس کے بارے میں وہ بات کہتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم سے نہیں کہی، دجال کانا ہے، جبکہ خدا ایسا نہیں ہے۔"

تیسری علامت: عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، آسمان دنیا سے زمین پر

وہ زمین پر انصاف قائم کریں گے، صلیب کو توڑے گا، سور کو مارے گا، دجال کا بھی خاتمہ کرے گا، جیسا کہ احادیث رسولؐ اس کی دلیل ہیں: رب

تعالیٰ فرماتے ہیں: " وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ " (سورة الزخرف: 61) ترجمہ: " اور وہ دراصل قیامت کی ایک نشانی ہے)، مفسرین اس آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں استدلال کرتے ہیں، اور یہ روایت ابن عباسؓ سے مروی ہے، امام احمد اپنی مسند میں اس آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: " ہو خروج عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام قبل یوم القیامة " (المسند: 1 / 318). (وہ عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے نزول ہے) جس طرح کہ صحیح احادیث سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر دلالت کرتی ہیں، صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزَلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَكَمًا عَادِلًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخَنزِيرَ وَيَضَعَ الْجُزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ وَحَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا " بخاری (2222)، و صحیح مسلم (155) -

ترجمہ: " اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ! یقیناً قریب ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تم میں اتریں، انصاف کرنے والے حاکم ہوں گے، پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور مال کی فراوانی ہو جائے گی حتیٰ کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا۔"

چوتھی علامت اور نشانی: یاجوج و ماجوج کا ظاہرنا

یاجوج و ماجوج بہت ہی زیادہ تعداد میں ہوں گے کہ کوئی انہیں نہیں مار سکے گا، کھا جاتا ہے کہ یہ یافت کے پوتوں میں سے ہیں جو نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا، کتاب و سنت کے دلائل ان کے خروج پر دلالت کرتے ہیں: رب تعالیٰ سورہ انبیاء کی آیات: " 96 اور 97 " میں فرماتے ہیں: " حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ **وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا " ترجمہ: " یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں اور وہ بلندی سے دوڑ رہے ہوں، اور (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آجائے تو ناگہاں کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں "۔

شیخین زینب بنت جحشؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خوف کی حالت میں اس گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا: " لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَلُّ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرِّ قَدْ اقْتَرَبَ فُتْحُ الْيَوْمِ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلَ هَذِهِ وَحَلَّقَ

يَا ضَبْعَهُ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيهَا" (بخاري (3346)، و صحيح مسلم (2880). ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ، ملک عرب میں اس برائی کی وجہ سے بربادی آجائے گی جس کے دن قریب آنے کو ہیں، آج یاجوج و ماجوج نے دیوار میں اتنا سوراخ کر دیا ہے ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور اس کے قریب کی انگلی سے حلقہ بنایا.."

پانچویں نشانی : کعبہ کا انهدام اور اس کے زیورات کا چوری ہونا

محدثین کعبہ کے انهدام اور اس کے زیورات چوری ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں : کہ حبشہ کا ایک شخص باریک پنڈلی اور لمبی ٹانگوں والا کعبہ کو ڈھا کر اس کے زیورات اپنے ساتھ لے جائے گا، ایک حدیث میں شیخین ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "يُخْرَبُ الْكَعْبَةَ ذُو السَّوِيقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ" بخاري (1591)، و صحيح مسلم

(2909). ترجمہ: "کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا حبشی خراب کرے گا" امام احمد صحیح سند کے ساتھ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا: "يُخْرَبُ الْكَعْبَةَ ذُو السَّوِيقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ وَيَسْلُبُهَا حَلِيَّتَهَا وَيَجْرِدُهَا مِنْ كِسْوَتِهَا وَلَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ أُصِيلَعُ أُفِيدِعَ يُضْرَبُ عَلَيْهَا بِمَسْحَاتِهِ وَمَعْوَلِهِ" المسند: 2 / 220. ترجمہ: "کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا حبشی خراب کرے گا ، اور وہ اس سے زیب و زینت کو ہٹادے گا ، جیسے اب میں اسے گنجے سر اور ٹیڑے جوڑے کے ساتھ کعبے کو بیلچے اور گٹھڑی سے مارتے ہوئے دیکھ رہا ہوں"

چھٹی علامت: دخان : یعنی دھواں

چٹھی علامت سے مراد ایک عظیم دھواں ہے جو کہ آسمان میں چھا جائے گا، اور لوگوں کو ڈھانپ کر اپنی لپیٹ میں لے گا، قرآن عظیم فرماتے ہیں: "فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ" ١٠٠ يَغْشَى النَّاسَ ١٠١ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ١١١ " (سورة الدخان " 10- 11) ترجمہ: "اچھا ، انتظار کرو اس دن کا جب آسمان صریح دھواں لیے ہوئے آئے گا، اور وہ لوگوں پر چھا جائے گا ، یہ درد ناک سزا ہے۔"

اسی طرح حذیفہ بن اسید سے ایک حدیث مروی ہے کہ: "إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرُونَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالْجَالَ وَالِدَابَّةَ" مسلم (2901) - ترجمہ: "قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ دس نشانیاں ظاہر نہ ہوں ، جن میں : دجال، دھواں اور دابة الارض ہے ۔"

ساتویں نشانی: قرآن کریم کے حروف کا زمین سے آسمان کی طرف اٹھ جانا

قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ساتویں نشانی قرآن کے حروف کا زمین سے آسمان پر اٹھنا ہے، قرآن کی جو آیتیں اور سورتیں مصحفوں میں لکھی ہوئی ہیں، یا انسان کے سینوں میں محفوظ ہیں کچھ بھی نہیں بچے گا، اس کی دلیل حدیفہؓ کی وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: "يُدْرُسُ الْإِسْلَامُ كَمَا يُدْرُسُ وَشَى الثَّوْبِ حَتَّى لَا يَدْرَى مَا صِيَامٌ وَلَا صَلَاةٌ وَلَا نُسُكٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا يَسْرَى عَلَى كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي لَيْلَةٍ فَلَا يَبْقَى فِي الْأَرْضِ مِنْهُ آيَةٌ..." (سنن ابن ماجہ 2 / 1344) ترجمہ: "اسلام ایسا ہی پرانا ہو جائے گا جیسے کپڑے کے نقش و نگار پرانے ہو جاتے ہیں، حتیٰ کہ یہ جاننے والے بھی باقی نہ رہیں گے کہ نماز، روزہ، قربانی اور صدقہ و زکاۃ کیا چیز ہے؟ اور کتاب اللہ ایک رات میں ایسی غائب ہو جائے گی کہ اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہ جائے گی۔۔۔"

آٹھویں علامت: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

سورج کا مغرب سے طلوع ہونے کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے: "يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ أَمِنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا" (سورۃ الانعام: 158) ترجمہ: "جس روز تمہارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آجائیں گی تو جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں ہوگا یا اپنے ایمان (کی حالت) میں نیک عمل نہیں کئے ہونگے۔"

متعدد مفسرین کی رائے ہے کہ اس آیت میں رب تعالیٰ کی بعض آیات سے مراد سورج کا مغرب سے نکلنا ہے۔

طبری اس آیت کے بارے میں مفسرین کے اقوال ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: "(وأولى الأقوال بالصواب في ذلك ما تظاهرت به الأخبار عن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ذَلِكَ حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا)" (تفسیر ابن جریر: جلد 8 / 97).

ترجمہ: "اس سلسلے میں سب سے اولیٰ اور درست وہ خبریں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بارے میں ہیں۔"

شیخین ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ فَرَأَاهَا النَّاسُ آمَنُوا

أَجْمَعُونَ فَذَلِكَ حِينٌ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا" بخاري (4636)، و مسلم (157). ترجمہ: "قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو، جب لوگ اسے دیکھیں گے سب کے سب ایمان لے آئیں گے، اس وقت جو پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا ایمان کے ساتھ کوئی نیکی نہیں کمائی تھی ہے تو اس کا ایمان اس کو کوئی فائدہ نہیں دے گا۔"

نویں نشانی : زمین سے دابة الارض کا ظہور

وہ ایک عظیم مخلوق ہے، جس کی لمبائی ساٹھ ذراع اور اس کے ہاتھ، پاؤں، اور بال والے (جس کے جسم اور چہرے پر گھنے بال) ہوں گے، اور کہتے ہیں کہ اس کی تخلیق بھی دوسرے جانوروں کی طرح ہے، قرآن و سنت نے قیامت کے واقع ہونے سے پہلے اس کی دلیل دی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۗ إِنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ" (سورہ نمل: 82) ترجمہ: "اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت ان پر آپہنچے گا تو ہم ان کے لیے جانور زمین سے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے" ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپؐ فرمایا: "ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالذَّجَالُ وَدَابَّةُ الْأَرْضِ" مسلم (158). ترجمہ: "تین چیزیں ہیں جب ان کا ظہور ہو جائے گا، تو اس وقت کسی شخص کو، جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا اپنے ایمان کے دوران میں کوئی نیکی نہ کی تھی، اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا، (1) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، (2) دجال کا ظہور (3) اور دابة الارض (زمین سے ایک عجیب الخلق) کا نکلنا۔"

امام احمد ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تَخْرُجُ الدَّابَّةُ فَتَسْمُ النَّاسَ عَلَى خَرَاطِيهِمْ ثُمَّ يَغْمُرُونَ فِيكُمْ حَتَّى يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ الْبَعِيرَ فَيَقُولُ هِيَ مِنْ أَشْتَرِيَّتِهِ فَيَقُولُ أَشْتَرِيَّتُهُ مِنْ أَحَدِ الْمُخْطَبِينَ" (المسند: 5 / 268) ترجمہ: دابة الارض نکلے گا اور لوگوں کی ناک پر نشان لگائے گا، یہاں تک کہ ان کی تعداد اتنی بڑھ جائے گی کہ ایک شخص اونٹ خریدے گا، اس سے پوچھیں گے کہ یہ اونٹ کس سے خریدا ہے؟ وہ جواب میں کہے گا: ان نشان والوں میں سے ایک سے (جس کی ناک پر دابة الارض نے نشان

لگایا ہے)۔

دسویں نشانی اور علامت: ایک بڑی آگ کا ظہور

یہ آگ عدن (ایک بندرگاہ یمن میں) لگے گی، اور لوگوں کو ان کے اجتماع گاہ کی طرف ہانگ کہ لے جائے گی، یہ قیامت کی آخری نشانی ہے، اس نشانی کی دلیل حذیفہ بن اسید کی حدیث جو پہلے گذر چکی ہے، جو مسلم نے روایت کی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "وَأَخْرُذُكَ نَارًا تَخْرُجُ مِنَ الْيَمِينِ تَطْرُقُ النَّاسَ إِلَى فُجَّارِهِمْ" مسلم (2901)۔ ترجمہ: "اور اس کی آخری (نشانی) آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی لوگوں کو محشر کی جانب ہانک کہ لے جائے گی"۔

حذیفہ کی ایک اور روایت میں آیا ہے کہ: "وَأَخْرُجُكَ مِنْ قُعْرَةِ عَدْنٍ تَرَحُّلُ النَّاسِ" ترجمہ: "ایک آگ عدن کے کنویں سے ظاہر ہوگی جو لوگوں کو ہانک کہ لے جائے گی"۔

یہ سب سے بڑی نشانیاں تھیں جو قیامت کے وقوع سے پہلے ظاہر ہوں گی، جب نشانیاں آئیں گی تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قیامت قائم ہوگی، اور روایت ہے کہ یہ نشانیاں ریڑھ کی ہڈی کے مہروں کی طرح یکے بعد دیگرے آئیں گی، جب ان میں سے کوئی ایک ظاہر ہو جائے تو اس کی پیچھے دوسری ظاہر ہوگی۔

طبرانی "اوسط" میں ابوہریرہؓ سے انہوں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "خروج الآيات بعضها على إثر بعض، يتتابعن كما تتابع الخرز في النظام" (المعجم الوسيط: 5 / 148، (4283))۔

قیامت کی حتمی تاریخ پوشیدہ رکھنے کی حکمت

بعض مرتبہ دل میں خیال آسکتا ہے کہ قیامت کے وقوع کا زمانہ معین نہ کرنے کی وجہ کیا ہے، اس میں کونسی حکمت پوشیدہ ہے، جس کی تاریخ ہم انسانوں کو معلوم نہیں ہے، اس سوال کے جواب میں مفسرین نے کہا ہے کہ قیامت کے آنے کی صحیح تاریخ کو چھپانا انسانی نفس کی اصلاح کے لیے ضروری ہے۔

قیامت کی صحیح تاریخ پوشیدہ ہے یہ ایک اہم معاملہ ہے کہ انسان کو اس کے وقوع پذیر ہونے کا یقین ہو، لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ قیامت کس لمحے اس پر آکر اس کو گھیر لے گی، اس طرح انسان کو اپنے انتظار میں رکھے گی۔

تفسیر "فی ظلال القرآن" کے مصنف اس بارے میں لکھتے ہیں: مجہول اور

نا معلوم انسان کی زندگی اور اس کی نفسیاتی ساخت میں ایک لازمی عنصر اور عامل ہے، اس لیے انسانوں کے لیے ضروری ہے کہ زندگی میں ان کے ایسی مجہول بھی ہو کہ اس کے انتظار میں وہ بیٹھے رہیں، اور اگر انسان کو سب کچھ مل جائے، تو اس کا یہ ہوگا کہ اس کی چستی، خوش مزاجی، جدوجہد اور کوشش رک جائے گی، تو اس کی زندگی پستی اور جمود سے دچار ہو جائے گی۔

جی ہاں! انسان مجہولات کے پیچھے چلتے ہیں، مجہولات کی وجہ سے وہ محتاط رہتے ہیں، اور احتیاط سے کام لیتے ہیں، وہ پر امید ہو کر تجربات کرتے رہتے ہیں، اور سیکھتے ہیں، اپنی طاقت اور ہنر اور اپنے آس پاس کی دنیا کے رازوں کو دریافت کرتے ہیں، دلوں اور احساسات کو قابو میں رکھنا، نامعلوم اور وعدہ شدہ قیامت ان کو طغیان اور سرکشی سے بچاتی ہے۔

وہ نہیں جانتے کہ قیامت کونسے دن اور کونسی تاریخ کو وقوع پذیر ہوگی، اس لیے وہ مسلسل اس کے وقوع کے انتظار میں ہیں، اور مستقل اس کے لیے تیار ہوتے ہیں، چنانچہ قیامت کا مجہول ہونا ان لوگوں کے لیے مثبت نتائج لاتا ہے، جن کی فطرت سالم اور سیدھی ہو، لیکن جن کی طبیعت بگڑ جاتی ہے، اور خواہشات کی اطاعت کرتے ہیں، وہ غفلت اور جہالت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور آخر کار تباہی کے گڑھے میں جاگرتے ہیں۔ (قیامت کا دن "تفسیر فی ضلال القرآن" جمع و اعداد احمد فائز صفحہ 98)۔

قیامت کے واقع ہونے کی پیشین گوئی

لوگ قیامت کے آنے کے بارے میں کثرت سے سوال کرتے ہیں، اور اکثر و بیشتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پوچھتے تھے، تو اس سوال کا جواب رب تعالیٰ کی طرف سے اس طرح آیا ہے "يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ"۔

(سورة الاحزاب: 63)، "يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ" (النازعات: 42-44)

رب تعالیٰ نے یہ علم کسی مقرب فرشتے اور کسی نبی مرسل کو نہیں دیا ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے وقوع سے متعلق جبرئیل کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا: "اس مسئلے میں مسئول سائل سے زیادہ باخبر نہیں ہے" اس بنا پر کوئی بھی گفتگو اس معاملے میں اور ہر وہ بات اس پر کہ قیامت فلاں سال وقوع پذیر ہوگی، رب پر ایک قسم کا جھوٹ باندھنا ہے، اور جو لوگ اس میدان میں نظریہ سازی اور بحث کرنے میں مصروف ہیں وہ دراصل قرآنی طریقہ اور پیغمبرانہ کردار کی مخالفت کرتے ہیں، اللہ و رسول لوگوں کو ایسی چیزوں کو ترک کرنے کی ہدایت کرتے ہیں،

خدا اور رسول انسان کو ایسے دن کے لیے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ تیار رہنے کی دعوت دیتے ہیں اور بس ۔

جو لوگ اس بارے میں بات کرتے ہیں یا اس کی متعین معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو کیا لوگ سوچتے ہیں کہ جس چیز کو رسول ﷺ اور جبرائیلؑ نہیں جان سکے، اسے یہ لوگ جان جائیں گے، جو لوگ سلیم الفطرت ہیں اور خدا کی باتوں کو سنتے ہیں، ان کو اس بات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی تاریخ متعین کرنے سے دست بردار ہونا چاہیے، اور ہم بھی ان کو خیر خواہی سے مشورہ دیتے ہیں، ہمیں اس مسئلے پر اتنی ہی بحث کرنی چاہیے جتنی نبی ﷺ، صحابہ کرام اور بزرگان دین نے کی ہے، اگر قیامت کے وقوع کی تاریخ جاننے میں بشریت کا کوئی فائدہ اور نفع ہوتا تو یقیناً اللہ تعالیٰ انسان کو اس سے باخبر رکھتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس علم کو انسانوں سے ان مصلحتوں کی بنا پر چھپا رکھا ہے جو انسانوں کے لیے اللہ کے مدنظر ہیں ۔

اقتدا کرنے والوں کو اپنے پیشرووں کی پیروی کرنی چاہیے اور ان کے حالات سے سبق سیکھنا چاہیے،

بعض اسلاف نے اس تناظر میں بحث کی ہے، اور قیامت کے وقوع ہونے کی نشانیاں بیان کی ہیں، ان کی طرف سے وقت مقررہ آچکا ہے، لیکن کوئی بھی حادثہ اب تک وقوع پذیر نہیں ہوا، ان حضرات میں علامہ طبریؒ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرما دے، علامہ طبری نے بعض نصوص سے یہ فہم لیا کہ دنیا بعثت نبوی کے پندرہ سو سال بعد اختتام پذیر ہوگی، (مقدمہ ابن خلدون ۰۹۱۸) اور اب طبری کی آخری تاریخ کو تقریباً ایک ہزار سال گزر چکے ہیں، لیکن ابھی تک ان کی پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی، ان حضرات میں سے ایک علامہ سیوطی بھی ہے، وہ اپنی کتاب (الکشف) میں لکھتے ہیں کہ قیامت پانچویں صدی کے شروع میں نبوت کے پہلے ہزار سال کے بعد قائم ہوگی، اور اب اس تاریخ کو بھی کئی سال گزر چکے ہیں جو انہوں نے متعین کیے تھے، لیکن قیامت قائم نہیں ہوئی، حتیٰ کہ اس کی بہت سی نشانیاں اب تک ظاہر نہیں ہوئی ہیں، (لوامع انوار البھیة: 66/2)۔

سہیل نے سورتوں کے شروع میں تکرار کو ہٹا کر حروف مقطعات کو جمع کیا اور (ابجد) کے جملے کے حساب سے کئی سو سال پہلے سے قیامت تک کے وقت کا تعین کیا (مقدمہ ابن خلدون: ۰۹۱)۔

بنی آدم میں بہت سے لوگوں نے اس معاملے پر تبصرہ کیا ہے اور بغیر دلیل کے غلط راہ پر چل پڑے، یہ تمام نظریات تخمینے اور اندازے ہیں اور ان میں کوئی صداقت نہیں ہے، اس بارے میں میرے پاس آخری اطلاع یہ

ہے کہ ڈاکٹر بھائی نامی ایک شخص نے سورتوں کے شروع سے ریاضی کے اعداد دو شمار جو حروف مقطعات سے لیے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: قیامت سال (۱۸۱۰) ہجری میں واقع ہو گی، لیکن اس نظریہ کے بے بنیاد ہونے کے لیے میں یہ ضرور کہوں گا کہ اندازے اور وقت مقرر کرنے کی غلطیاں ثابت ہو چکی ہیں، ان سب نے یہی رویہ اختیار کیا تھا، ان میں صرف نشانی اور معین مدت کے بیان میں اختلاف ہے، اس لیے جو بھی حساب غلط معیار کی بنیاد پر ہوگا، وہ بالآخر غلط نکلے گا۔

علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قیامت کی تاریخ پر تبصرہ کرنے والوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ تمام لوگ جنہوں نے قیامت کی تاریخ کے بارے میں بات کی وہ اس شخص کی طرح ہیں جس نے (الدر المنظم فی معرفۃ الاعظم) نامی کتاب لکھی اور دس دلائل بیان کرتے ہوئے قیامت قائم ہونے کی درست تاریخ کی طرف اشارہ کیا ہے، یا جنہوں نے حروف مقطعات یا اجد کی بنیاد پر بات کی ہے یا جس نے (عناء مغرب) کی بارے میں لب کشائی کی ہے، یہ سب اگرچہ اپنے پیروکاروں کے نزدیک قدر اور اعتبار رکھتے ہیں، لیکن ان میں سے اکثر غلط اور جھوٹے ہیں، اور متعدد دلائل سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انہوں نے بغیر دلیل کی بات کی ہے اور کرتے ہیں، اگرچہ وہ کشف، اسرار و رموز کی پہچان کا دعویٰ رکھتے ہیں، ہم نے کہا اکثر ان کے، کیونکہ ان میں سے بعض غلطی سے اس بحث میں داخل ہو گئے تھے، دوسروں کو گمراہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، جیسے: طبری اور سیوطی، خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَالْاِثْمَ

وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطٰنًا وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلٰى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۳" (سورہ العمران: ۳۳) ترجمہ: "اے نبی! ان سے کہو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں: بے شرمی کے کام خواہ کھلے ہوں یا چھپے اور گناہ اور حق کے خلاف زیادتی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کے لیے اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو کہ وہ حقیقت میں اس نے فرمائی ہے کہ نہیں۔"

یقیناً قیامت کی تاریخ جاننے کا دعویٰ بغیر علم کے دعویٰ ہے (مجموع الفتاویٰ، شیخ الاسلام: 342/4)

قیامت اور شب و روز کی بے برکتی کی نشانی

امام بخاری حدیث نمبر ۱۰۳۶ میں ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَقْبُضَ الْعِلْمُ، وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتُظْهِرَ الْفِتْنُ، وَيَكْثُرَ الْهَرَجُ وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ، وَحَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمْ الْمَالُ فِيْفِيضَ" ترجمہ: "قیامت اس وقت نہ آئے گی جب تک علم دین نہ اٹھ جائے گا، اور زلزلوں کی کثرت نہ ہو جائے، اور زمانہ جلدی جلدی نہ گزرے اور فتنے فساد پھوٹ پڑیں، اور ہرج کی کثرت ہو جائے، (ہرج) سے مراد قتل ہے، اور تمہارے درمیان قتل اور مال و دولت کی اتنی کثرت ہو گی کہ وہ ابل پڑے گی۔"

اور امام احمد نمبر (۱۰۲۶) میں ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، فَتَكُونُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ، وَيَكُونُ الشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ، وَتَكُونُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ، وَيَكُونُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ، وَتَكُونُ السَّاعَةُ كَالْحَتْرَاقِ السَّعْفَةِ" ترجمہ: "قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زمانہ کی مسافت قریب ہو جائے گی، یہاں تک کہ سال مہینے کے اور مہینہ مثل ہفتہ کے اور ہفتہ مثل دن کے اور دن ایسا ہو جائے گا جیسے کسی چیز کو آگ لگے اور جلد بھڑک کر ختم ہو جائے (یعنی: بہت جلد جلد وقت گزرے گا)۔"

(اس کی اسناد صحیح مسلم کی شرط پر ہے، البانی نے صحیح الجامع میں نمبر ۴۳۳۲ اسے صحیح کہا ہے) مذکورہ بالا دونوں احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے زمانے کا نزدیک ہونا ہے، علماء زمانے کی قربت کے معنی میں اختلاف رکھتے ہیں، اور اس بارے میں بہت سارے اقوال ہیں، ان میں سے بہترین قول یہ ہے کہ: وہ زمانے کی نزدیکی کو حسی اور معنوی نزدیکی پر لے جاتے ہیں۔

روحانی نزدیکی

روحانی نزدیکی کا مطلب یہ ہے کہ برکت ختم ہو جائے، اور یہ آنے والے وقتوں میں واقع ہوگا، اس قول کو قاضی عیاض نووی اور حافظ ابن حجر نے اختیار کیا ہے۔

امام نووی کہتے ہیں: دن کے چھوٹے ہونے کا مطلب اس میں برکت کا نہ ہونا ہے، مثال کے طور پر دن گذر جاتا ہے لیکن اس سے ایک گھنٹے کے مقدار کا فائدہ اٹھا جاتا ہے۔

حافظ کہتے ہیں: سچی بات یہ ہے کہ اس کا مطلب ہر چیز اور یہاں تک کہ وقت سے بھی برکت کا ختم ہونا ہے کہ جو قیامت کے قریب ہونے کی نشانیوں میں سے ایک ہے، روحانی قربت سے مراد دور دراز مقامات کے درمیان رابطے کی آسانی اور ان فاصلوں کے درمیان سفر کی رفتار اور تیزی بھی ہوسکتی ہے اسے بھی زمانے کی نزدیکی کیا جاسکتا ہے، یہ کہنا مبالغہ

آرائی نہیں ہے کہ ماضی میں جو فاصلے کئی مہینوں میں طے ہوتے تھے وہ اب چند گھنٹوں میں ہوجاتے ہیں۔

شیخ بن باز فتح الباری کی تعلیق (522/2) میں کہتے ہیں کہ: جس نزدیکی کا حدیث میں ذکر ہے اس سے مراد شہروں اور براعظموں کے درمیان کی مسافت اور نزدیکی ہے جو ہوائی جہازوں، گاڑیوں اور دیگر وہ تمام چیزیں جو اس طرح کی بنائی گئی ہیں، ان کی وجہ سے کمی آئی ہے۔

حسی نزدیکی:

حسی نزدیکی سے مراد یہ ہے کہ زمانے کا مختصر ہونا محسوس کیا جاتا ہے، رات اور دن کے گھنٹے تیزی سے گزر جاتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ ان گھنٹوں کے گزرنے میں کوئی فاصلہ ہی نہیں، اس واقعے کا رونما ہونا کوئی غیر ممکن چیز نہیں ہے، اس کی تائید کے لیے دجال کے زمانے کی طرف دیکھا جاسکتا ہے کہ اس کے زمانے میں ایک دن، سال، مہینے اور ہفتے کی طرف لمبا ہوگا، تو جس طرح دن لمبے ہوسکتے ہیں اسی طرح چھوٹے بھی ہو سکتے ہیں، کہ وہ دنیا کے نظم و نظام میں اختلاف اور دنیا کے خاتمے کی وجہ سے ہوگا۔

حافظ "الفتح" میں ابن جریر سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا: زمانے کے نزدیک ہونے سے مراد جو حدیث میں ہے: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَكُونَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ" اس کے چھوٹے ہونے کی طرف اشارہ ہے، اس بنا پر چھوٹے ہونے کو حسی ہونا چاہیے، البتہ اس سے روحانی معنی بھی لیا جاسکتا ہے، لیکن حسی میں فاصلہ مراد نہیں ہوتا، اور شاید یہ ان چیزوں میں سے ہے جو قیامت کے قریب ہونے کی علامت ہے، لیکن روحانی نقطہ نظر سے اس سے وقت اور فاصلہ مراد ہوتا ہے، کہ دین کے علم رکھنے والے اس کو جانتے ہیں، اور دنیا والے اگر سمجھدار اور عقل مند ہیں تو وہ بھی جان لیں گے، کہ وہ پہلے کی طرح بڑے بڑے کام انجام نہیں دے سکتے، اس کی وجہ سے وہ شک و شبہ میں پڑجاتے ہیں، لیکن اس کی وجوہات کا ادراک نہیں کر سکتے، شاید اس کی وجہ ایمان کا ضعیف ہونا ہے کہ یہ حد سے زیادہ خلاف شرع کام کرتے ہیں، اور اس سے سخت تر اور بدتر وہ خوراک اور کھانے ہیں کہ جن کے حرام ہونے میں کوئی شک و تردید نہیں ہوتا، اور اکثر لوگ اس کے حلال یا حرام ہونے کی پرواہ نہیں کرتے، بلکہ اپنی تمام تر کوششیں کو اسے حاصل کرنے کے لیے بروئے کار لاتے ہیں، اور اپنی عقل سے کام نہیں لیتے، اس بحث کا نتیجہ اور ما حاصل یہ ہے کہ زمانہ، رزق و روزی، اور خوراک میں برکت مضبوط ایمان، خدا کے احکام کی پیروی اور اس کے نواہی سے دوری اختیار کرنے میں ہے، اس دعویٰ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا

فرمان ہے: "وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ" ترجمہ: "اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے"۔

سیوطی نے الحاوی للفتاویٰ میں (۱/۳۳) مذکورہ حدیث کے معنی میں کہا ہے کہ: "کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد حسی صورت میں چھوٹا ہونا ہے، یعنی: رات اور دن کے اوقات قیامت کے قریب مختصر کر دیے جائیں گے، اور روحانی طور پر بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب ہے وقت کا تیزی سے گزرنا اور ہر چیز سے برکت کا ختم ہونا، حتیٰ کے زمانے سے بھی برکت ختم ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں، واللہ اعلم۔"

ان تینوں اقوال میں: برکت کا ختم ہونا، رابطے کی سہولت اور حسی صورت میں قریب ہونا، کوئی تعارض نہیں ہے، اور یہ کہ حدیث ان سب کی طرف اشارہ کرتی ہے اس پر بھی کوئی مانع نہیں ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ: خطابی نے کہا ہے کہ: اس سے مراد زندگی سے لطف اندوز ہونا ہے، حافظ نے اس سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: وہ چاہتا ہے کہ اس سے مہدی کا خروج مراد ہے۔ واللہ اعلم۔ جب زمین پر حق ظاہر ہوگا، انصاف کا بول بالا ہوگا، اور لوگ زندگی سے لطف اندوز ہوں گے، مگر اس کی مدت مختصر ہوگی، لوگوں کی خوشی کے دن تھوڑے عرصے میں گذر جاتے ہیں، اور اگر یہ لمبا عرصہ تک رہے ہیں تو ناگوار ہو جاتے ہیں، نتیجتاً اس کی مدت کم ہوتی ہے، پھر حافظ کہتے ہیں کہ: میں کہتا ہوں کہ خطابی نے جو کچھ ذکر کیا اس میں وہ تاویل کی طرف گئے ہیں، کیونکہ زمانے میں نقصان نہیں ہوگا، ورنہ حدیث کی ضمانت دینے والا اسے ہمارے زمانے میں وجود میں لاتا، نتیجتاً ہم اس حدیث سے وقت کی کمی کے بجائے، دنوں کا تیزی سے گذرنا سمجھتے ہیں، کیونکہ ہمارا زمانہ ماقبل کے زمانے سے کوئی فرق نہیں رکھتا، اس حدیث سے مراد یہ نہیں ہے زندگی سے لطف اٹھایا جائے گا، بلکہ درست یہ ہے کہ زندگی سے برکات کا ختم ہو جائیں گے، ابن بطال کہتا ہے: اس سے مراد عبادت کی کمی کی وجہ سے لوگوں کی عمروں کا نزدیک ہونا ہے، یہاں تک کہ گناہوں اور فسق و فجور کے غلبہ کی وجہ سے اور فاسد انسانوں کے بکثرت ظاہر ہونے کی وجہ سے کوئی بھی نہیں ہوگا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے۔ (ملاحظہ فرمائیں: فتح الباری: 21/13) شرح حدیث رقم: 7061 (اتحاد الجماعۃ للتویجری (497/1)،

(السنن الواردة فی الفتن وغوائلها والساعة وأشرطها) لأبی عمرو عثمان الدانی، تحقیق د/رضاء اللہ

الہبار کفوری۔ (أشراط الساعة) للوابل (صفحة 120)
یہ تاویل حدیث کی ظاہر کے خلاف ہے، اور یہ جملہ بنی صلی اللہ وعلیہ
وسلم کی دوسری حدیث کی روشنی میں رد کیا جاتا ہے، " السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ
الزَّمَانُ فَتَكُونَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ.. الخ " اس کی ظاہر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس
سے مراد زمانے کا نزدیک ہونا ہے نہ کہ لوگوں کی عمر کا۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**